ابو سلمان شاہجہانپوری (پہلی قسط)

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اور

اُن کی کُتبِ تفسیر

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ۱۹۱۵ء میں قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کے لیے اپنے جامع منصوبے کے مطابق آغازِ کار کا فیصلہ کیا۔ ان کے پیش نظر قرآن حکیم کے فہم و مطالعہ کی تین ضرورتیں تھیں اور مولاناؒ نے انھیں تین مختلف کتابوں یعنی مقدمۂ تفسیر، تفسیر البیان اور ترجمان القرآن میں منقسم کر دیا تھا۔

تفسیر و ترجمہ کی تالیف و اشاعت کے متعلق پہلا اعلان نومبر ۱۹۱۵ء میں البلاغ کے پہلے نمبر میں کیا گیا تھا۔ اس وقت تک ترجمہ پانچ پاروں تک پہنچ چکا تھا۔ تفسیر سورۂ آل عمران تک ہو چکی تھی اور مقدمہ یادداشتوں کی شکل میں قلم بند تھا۔ مولاناؒ کی خواہش تھی کہ ایک سال کے اندر اندر قرآن مجید کا پورا ترجمہ اور تفسیر کی کم از کم ایک جلد مرتب ہو کر شائع ہو جائے اس لیے ہر سات دن کی مشغولیت میں انھوں نے تین دن البلاغ کی ترتیب کے لیے، دو دن ترجمے کی تیاری کے لیے اور دو دن تفسیر کے کام کے لیے مقرر کر لیے تھے۔ تفسیر و ترجمہ کی تصنیف و تالیف کے ساتھ چھپائی کا کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

۳؍ مارچ ۱۹۱۶ء کو حکومت بنگال نے ڈیفنس آرڈی نینس کے تحت مولاناؒ کو حدودِ بنگال سے باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت تک تفسیر کے چند فارم چھپ چکے تھے اور ترجمہ

طباعت شروع ہو رہی تھی۔ مولاناؒ چاہتے تھے کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی تفسیر و ترجمہ کی طباعت کا کام جاری رہے اور اس کے لیے انھوں نے انتظام کر دیا تھا۔ لیکن ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو حکومت ہند نے ان کی نظر بندی کے احکام جاری کر دیئے۔ اس لیے نہ یہ ممکن رہا کہ مولاناؒ باہر کی دنیا سے کسی طرح کا علاقہ رکھ سکیں۔ اور نہ ترجمہ و تفسیر کی طباعت کا سلسلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت رہی مجبور ہو کر انھیں تصنیف و تسوید کے کام پر قناعت کرنی پڑی۔ لیکن اس صورت حال پر پورے تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ حالات نے پھر ایک پلٹا کھایا اور تصنیف و تسوید کے کام میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ جولائی میں نظر بندی کے احکام کے ساتھ ہی مولاناؒ کے مکان کی تلاشی لی گئی تھی اور کارکنانِ تفتیش نے دیگر کاغذات کے ساتھ تفسیر و ترجمہ کا مسودہ بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا لیکن جب حکومت نے ان میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ پائی تو کاغذات دو ہفتے کے بعد واپس کر دیئے تھے لیکن مقامی حکومت کی اس کاروائی سے مرکزی حکومت کے افسر مطمئن نہ ہوئے۔ خیال کیا گیا کہ حکومت بنگال نے کاغذات کی واپسی میں جلدی کی اور ان کی چھان بین میں کمال ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تھا لیکن نہیں لیا گیا۔ چنانچہ مرکزی حکومت نے محکمۂ تفتیش کے اعلیٰ افسر سر چارلس کلیولینڈ (SIR CHARLIS CLEW LAND) کو مزید چھان بین کے لیے مقرر کیا۔ یہ شخص پہلے دو ہفتے تک کلکتے میں مصروف تفتیش رہا، پھر رانچی آیا، مولاناؒ کی قیام گاہ کی دوبارہ تلاشی لی گئی اور نہ صرف تمام کاغذات، حتیٰ کہ چھپی ہوئی کتابیں بھی لے لی گئیں، ان میں نہ صرف ترجمہ و تفسیر کا مسودہ تھا بلکہ بعض دوسری مصنفات کے بھی مکمل و نامکمل مسودات تھے۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا، ترجمے کا مسودہ آٹھ پاروں تک اور تفسیر کا مسودہ سورہ نساء تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اب اس کا ایک ورق بھی مولاناؒ کے قبضے میں نہ تھا۔ تاہم نویں پارے سے ترجمے کی ترتیب جاری رکھی۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء کے اواخر میں کام ختم کر دیا۔ اب مولانا نے کاغذات کی واپسی کے لیے حکومت سے خط و کتابت کی اور جب کاغذات کی واپسی کی کوئی قریبی امید نظر نہ آئی تو ابتدائی آٹھ پاروں کا ترجمہ چند ماہ کی محنت کے بعد دوبارہ مکمل کر لیا۔ اب پورا ترجمہ مولاناؒ کے قبضے میں تھا۔

۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مولاناؒ نظر بندی سے رہا ہوئے۔ اب ترجمے کی طباعت و اشاعت میں

کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ لیکن یہ وقت تھا کہ ملک میں عام سیاسی حرکت کا مواد تیار ہو چکا تھا اور الہلال کی سیاسی دعوت کی صدائے بازگشت اس وسیع سرزمین کے گوشے گوشے سے بلند ہونے لگی تھی۔ ان حالات میں مولاناؒ کے ممکن نہ رہا کہ وقت کے سیاسی تقاضے سے تغافل کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نظربندی سے رہا ہوتے ہی تحریک لاتعاون کی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔ گویا رہائی کے بعد فوراً ترجمے کی طباعت و اشاعت پر متوجہ نہ ہو سکے۔

لیکن ۱۹۲۱ء میں جب ملک کے ہر گوشے سے ترجمان القرآن کی اشاعت کے لیے تقاضے شروع ہوئے تو مولاناؒ اس سے صرف نظر نہ کر سکے اور کتابت شروع کرا دی۔ نومبر ۱۹۲۱ء میں متن کی کتابت مکمل ہو چکی تھی اور ترجمے کی کتابت شروع ہوئی تھی کہ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو مولاناؒ گرفتار کر لیے گئے اس مرتبہ بھی انھوں نے انتظام کر دیا تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں کام جاری رہے اور کتاب شائع ہو جائے لیکن وقت کا فیصلہ اب بھی ان کے خلاف تھا۔

گرفتاری کے بعد مولاناؒ کے خلاف مقدمہ چلانے کے لیے حکومت کو کافی مواد کی ضرورت ہوئی تو تیسری بار ان کے مکان اور پریس کی تلاشی لی گئی اور قلمی مسودات کا پورا ذخیرہ حکومت نے اپنے قبضے میں کر لیا، حتیٰ کہ ترجمان القرآن کی تمام لکھی ہوئی کاپیاں بھی توڑ مروڑ کر مسودات کے ڈھیر میں ملا دیں(۲)۔

جنوری ۱۹۲۳ء میں مولاناؒ قید سے رہا ہوئے تو کاغذات کی واپسی کے لیے خط و کتابت کی۔ ایک عرصے کی کوشش کے بعد کاغذات واپس بھی مل گئے لیکن اس صورت میں کہ محض اوراقِ پریشان کا ایک انبار تھا۔ نصف سے زیادہ اوراق یا تو ضائع ہو چکے تھے یا اطراف سے پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ تھے۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:

> "اب ترجمان القرآن کی ہستی اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سر نو محنت کی جائے۔ لیکن اس حادثے کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہو گئی کہ ہرچند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ حادثے کا زخم اتنا ہلکا نہیں ہے کہ فوراً مندمل ہو جائے۔"
>
> "...... کئی سال گزر گئے مگر میں اپنے آپ کو اس کام کے لیے آمادہ

نہ کر سکا۔"

دل سرگشتہ دارم کہ در صحرا ست پنداری

بارہا ایسا ہوا کہ ترجمہ و تفسیر کے بچے کھچے اوراق نکالے، لیکن جوں ہی برباد شدہ کاغذات پر نظر پڑی، طبیعت کا انقباض تازہ ہوگیا اور دو چار صفحے لکھ کر چھوڑ دینا پڑا۔

"لیکن ایک ایسے کام کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کے لیے وقت کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے، ممکن نہ تھا کہ زیادہ عرصے تک طبیعت غافل رہتی جس قدر وقت گزرتا جاتا تھا اس کام کی ضرورت کا احساس میرے لیے ناقابل برداشت ہوتا جاتا تھا، میں محسوس کرتا تھا کہ اگر یہ کام مجھ سے انجام نہ پایا تو شاید عرصے تک اس کی انجام دہی کا کوئی سامان نہ ہو۔"

"۱۹۲۷ء قریب الاختتام تھا کہ اچانک مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوششیں نہ کھول سکی تھیں، دل کے جوشش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا تو ابتدا میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی لیکن جوں ہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے، طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پھر تو ایسا معلوم نہ ہونے لگا، گویا اس شورش کدہ مستی میں افسردگی و خمار آلودگی کا کبھی گزر ہی نہیں ہوا تھا ؎

یہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ دوشنبہ ام پیمانہ بو دارد

"...... بہرحال کام شروع ہوگیا اور اس خیال سے کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر، ترجمہ کے لیے بھی ضروری تھی، سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا، پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے، صحت روز بروز

مزور ہو رہی تھی۔ سیاسی مشغولیت کی آلودگیاں ... انداز تھیں ۔ تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو آخری سورت کے ترجمہ و تفسیر سے فارغ ہو گیا۔

تا دست ہم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقہ پشمینہ ندارم "[۱]

یہ تو تفسیر و ترجمہ کی تالیف و ترتیب کی مجمل سرگزشت تھی۔ بعض اشارے مقدمہ تفسیر کے بارے میں بھی آتے ہیں۔ اب میں الگ الگ ان تینوں کتابوں کی ترتیب کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں :-

البیان

تفسیر کا پورا نام **البیان فی مقاصد القرآن** تھا جیسا کہ اس کے اشتہار مطبوعہ البلاغ سے معلوم ہوتا ہے۔ شروع میں مولانا کا خیال تھا کہ تفسیر روایتی انداز پر مرتب کی جائے لیکن ۱۹۳۰ء میں جب مولانا نے ترجمان کی پہلی جلد شائع کرنے کی تیاری کر رہے تھے، یہ خیال ترک کر دیا، اور ترجمان القرآن ہی میں ہر سورۃ کے ساتھ ایک دیباچہ اور تشریحی نوٹوں میں مزید اضافہ کر دینے کا ارادہ کیا۔ مولاناؒ کے نزدیک یہ صورت مسلسل تفسیر کے قدیم غیر مرتب اور غیر منقسم طرز کے مقابلے میں زیادہ مفید اور سائنٹفک تھی۔ فرماتے ہیں :-

"تفسیر البیان کے لیے پچھلی ترتیب اط میں نے ترک کر دی ہے کیوں کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ مسلسل تفسیر کا قدیم طریقہ موجودہ زمانے میں عام مطالعے کے لیے موزوں نہیں ہے، ایک غیر مرتب اور غیر منقسم سلسلے کی غیر معمولی درازی اکثر طبائع پر شاق گزرتی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں، تفسیر اس صورت میں مرتب ہو جائے کہ اسی ترجمان القرآن کے ہر ترجمہ سورت پر ایک مقدمے یا دیباچے کا اضافہ کر دیا جائے۔ ترجمہ کی وضاحت پہلے سے موجود ہے، نوٹوں کی تشریحات

---

[۱] ترجمان القرآن جلد اول، اشاعت اول، ناشر دفتر ترجمان القرآن دہلی، مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی۔ صفحات ۶۳-۶۴

جابجا روشنی ڈال رہی ہیں۔ ضرورت صرف ایک مزید درجۂ بحث ونظر کی ہے، وہ ہر سورت کے دیباچے سے پوری ہوجائے گی اور بحیثیت مجموعی تفسیر کے مطالب اس طرح مرتب اور منقسم رہیں گے کہ مسلسل تفسیر کا انتشار مطالب محسوس نہ ہوگا۔"

ترجمان القرآن کو میں نے دو متوسط جلدوں سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا ہے۔ البیان کے دیباچوں کے بعد زیادہ سے زیادہ چار جلدیں ہوجائیں گی، لیکن ان چار جلدوں میں وہ سب کچھ آجائے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس، گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔

"تفسیر کا جس قدر قدیم مسودہ بچ رہا ہے، دوستوں کا اصرار ہے کہ اسے بھی ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کردیا جائے۔" ۵۱

لیکن مولاناؒ نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب وہ جلد اول شائع کررہے تھے، اس لیے جلد اول [illegible]ں یہ صورت اختیار نہ کی جاسکی۔ اس کی طبع اول میں نہ سورتوں کے ترجمے کے ساتھ کوئی دیباچہ یا [illegible]قدمہ ہے نہ نوٹوں میں کسی مزید درجہ بحث ونظر کی شان نظر آتی ہے۔ ترجمان القرآن جلد اول اشاعت [illegible]ے لیے تیار کردینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"جوں ہی ترجمان القرآن سے میں فارغ ہوا، سورتوں کے دیباچوں کی ترتیب پر متوجہ ہوگیا۔ ساتھ ہی مقدمۂ تفسیر کی ترتیب بھی جاری ہے۔" ۵۲

چنانچہ ترجمان القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ اس کے وضع واسلوب میں [illegible]یک نمایاں تبدیلی کردی گئی ہے، اب کتاب کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں تھی جیسی [illegible] پہلی جلد کی رہ چکی تھی، بلکہ تفسیری مباحث وتفصیلات کا معتد بہ حصہ بھی اس میں شامل تھا۔ اس [illegible] ترتیب میں یہ پہلو بھی پیش نظر رہا تھا کہ پہلی جلد کی سورتوں میں جو مقامات بحث ونظر کے

[illegible] ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) ناشر دفتر ترجمان القرآن دہلی۔ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی [illegible] ۴۷۔

جابجا روشنی ڈال رہی ہیں۔ ضرورت صرف ایک مزید درجۂ بحث ونظر کی ہے، وہ ہر سورت کے دیباچے سے پوری ہوجائے گی اور بحیثیت مجموعی تفسیر کے مطالب اس طرح مرتب اور منقسم رہیں گے کہ مسلسل تفسیر کا انتشار مطالب محسوس نہ ہوگا۔"

ترجمان القرآن کو میں نے دو متوسط جلدوں سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا ہے۔ البیان کے دیباچوں کے بعد زیادہ سے زیادہ چار جلدیں ہوجائیں گی، لیکن ان چار جلدوں میں وہ سب کچھ آجائے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس، گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔

"تفسیر کا جس قدر قدیم مسودہ بچ رہا ہے، دوستوں کا اصرار ہے کہ اسے بھی ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کردیا جائے۔" [۵۱]

لیکن مولاناؒ نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب وہ جلد اول شائع کر رہے تھے، اس لیے جلد اول ...ہ صورت اختیار نہ کی جاسکی۔ اس کی طبع اول میں نہ سورتوں کے ترجمے کے ساتھ کوئی دیباچہ یا ...ہے نہ نوٹوں میں کسی مزید درجہ بحث ونظر کی شان نظر آتی ہے۔ ترجمان القرآن جلد اول اشاعت ...ے تیار کردینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"جوں ہی ترجمان القرآن سے میں فارغ ہوا، سورتوں کے دیباچوں کی ترتیب پر متوجہ ہوگیا۔ ساتھ ہی مقدمۂ تفسیر کی ترتیب بھی جاری ہے۔" [۵۲]

چنانچہ ترجمان القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ اس کے وضع واسلوب میں ...نمایاں تبدیلی کردی گئی ہے، اب کتاب کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں تھی جیسی ...جلد کی رہ چکی تھی، بلکہ تفسیری مباحث وتفصیلات کا معتد بہ حصہ بھی اس میں شامل تھا۔ اس ...ب میں یہ پہلو بھی پیش نظر رہا تھا کہ پہلی جلد کی سورتوں میں جو مقامات بحث ونظر کے

---

[۵۱] ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) ناشر دفتر ترجمان القرآن دہلی۔ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ...ے۔

جا بجا روشنی ڈال رہی ہیں۔ ضرورت صرف ایک مزید درجۂ بحث ونظر کی ہے، وہ ہر سورت کے دیباچے سے پوری ہوجائے گی اور بحیثیت مجموعی تفسیر کے مطالب اس طرح مرتب اور منقسم رہیں گے کہ مسلسل تفسیر کا انتشارِ مطالب محسوس نہ ہوگا۔"

ترجمان القرآن کو میں نے دو متوسط جلدوں سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا ہے۔ البیان کے دیباچوں کے بعد زیادہ سے زیادہ چار جلدیں ہوجائیں گی، لیکن ان چار جلدوں میں وہ سب کچھ آجائے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس، گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔

"تفسیر کا جس قدر قدیم مسودہ بچ رہا ہے، دوستوں کا اصرار ہے کہ اسے بھی ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کردیا جائے۔" ۵۱

لیکن مولاناؒ نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب وہ جلد اول شائع کر رہے تھے، اس لیے جلد اول میں یہ صورت اختیار نہ کی جاسکی۔ اس کی طبع اول میں نہ سورتوں کے ترجمے کے ساتھ کوئی دیباچہ یا مقدمہ ہے نہ نوٹوں میں کسی مزید درجہ بحث ونظر کی شان نظر آتی ہے۔ ترجمان القرآن جلد اول اشاعت کے لیے تیار کردینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"جُوں ہی ترجمان القرآن سے میں فارغ ہوا، سورتوں کے دیباچوں کی ترتیب پر متوجہ ہوگیا۔ ساتھ ہی مقدمۂ تفسیر کی ترتیب بھی جاری ہے۔" ۵۲

چنانچہ ترجمان القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ اس کے وضع واسلوب میں ایک نمایاں تبدیلی کردی گئی ہے، اب کتاب کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں تھی جیسی کہ پہلی جلد کی رہ چکی تھی، بلکہ تفسیری مباحث وتفصیلات کا معتد بہ حصہ بھی اس میں شامل تھا۔ اس کی ترتیب میں یہ پہلو بھی پیشِ نظر رہا تھا کہ پہلی جلد کی سورتوں میں جو مقامات بحث ونظر کے

[illegible] ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) ناشر دفتر ترجمان القرآن دہلی۔ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی صفحہ ۴۷۔

طالب تھے، ان میں سے اکثر اس جلد کے مہمات مطالب کی بحث میں آجائیں۔ مولاناؒ کا خیال تھا کہ تفسیری مباحث کے اس اضافے کے بعد ترجمان کی جلدیں دو کی بجائے چار ہوجائیں گی لیکن ایسی کہ ... میں وہ سب کچھ آجائے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔" لیکن جلد دوم کے دیباچے میں فرماتے ہیں :۔

"ترجمان القرآن کی ترتیب سے مقصد یہ تھا کہ قرآن کے عام مطالعہ و تعلیم کے لیے ایک درمیانی ضخامت کی کتاب مہیا ہوجائے۔ مجرد ترجمے سے وضاحت میں زیادہ، مطول تفسیر سے مقدار میں کم۔ چناں چہ اس غرض سے یہ اسلوب اختیار کیا گیا کہ پہلے ترجمے میں زیادہ سے زیادہ وضاحت کی کوشش کی جائے پھر جابجا نوٹ بڑھا دیئے جائیں، اس سے زیادہ بحث و تفصیل کو دخل نہ ... ۔ باقی رہا اصولی اور تفسیری مباحث کا معاملہ تو اس کے لیے دو الگ کتابیں مقدمہ اور البیان زیر ترتیب ہیں" ؎۵

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر البیان اپنی مستقل اور مفصل حیثیت میں باقی ہے، دوسرے طریقے سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ تفسیر سورۂ فاتحہ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

"پہلی جلد کی ابتدا میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ملخص بھی شامل کر دیا گیا ہے کیوں کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ قرآن کے لیے اس کا قدرتی مقدمہ تھی اور ضروری تھا کہ کم از کم یہ مقدمہ تلاوت ترجمے سے پہلے ذہن نشین ہوجائے۔

البتہ یہ تفسیر سورۂ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ اس میں پھیلاؤ سمیٹ دیئے ہیں تفصیلات کو جابجا مختصر کر دیا ہے۔ تمہید و توطیہ کی قسم کی تمام چیزیں نکال دی ہیں لیکن نفس مطالب میں بجز ایک مقام کے کوئی کمی نہیں کی ہے، یہ مقام صفات الٰہی کے تصور کے مباحث کا ہے، اس میں ایک بڑا حصہ صفات الٰہی کے ان

؎۵ ترجمان القرآن جلد دوم ناشر مکتبہ مصطفائی لاہور صفحہ ۳۷

مباحث کا تھا جن کا زیادہ تر تعلق فلسفہ و کلام کے قدیم مذاہب و مباحث سے ہے نیز فرداً فرداً ان تمام صفات پر نظر ڈالی گئی تھی جو قرآن حکیم میں آئے ہیں چوں کہ یہ حصہ عام مطالعے اور دلچسپی کا نہ تھا اس لیے ترجمان القرآن میں اس کی موجودگی ضرورت سے زیادہ محسوس ہوئی اور اسے الگ کر دیا گیا۔ اصل تفسیر کی ضخامت اس خلاصے سے ڈیوڑھی سمجھنی چاہیے۔ تفسیر البیان میں وہ سورۂ فاتحہ کا دیباچہ ہوگئی اور اپنی تفصیلی شکل میں آجائے گی۔ ۵۱

۲۔ دوسری جلد میں تفسیری مباحث و تفصیلات شامل کرنے کے بعد البیان کے امتیاز و خصوصیت کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

"اب کتاب (یعنی ترجمان القرآن، جلد دوم) کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں رہی ہے جیسی کہ پہلی جلد کی رہ چکی ہے بلکہ تفسیری مباحث و تفصیلات کا بھی معتدبہ حصہ شامل ہوگیا ہے۔ بلاشبہ اس کی تفصیلات البیان کی تفصیلات تک نہیں پہنچتیں اور پہنچنا بھی نہیں چاہیے۔ تاہم جہاں تک مہمات مطالب کا تعلق ہے، تقریباً تمام مقامات بحث میں آگئے ہیں اور ارباب نظر کے لیے کفایت کرتے ہیں"۔ ۵۲

مختلف سورتوں میں جو اضافے ہوئے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیے :۔

"سورۂ اعراف میں چالیس نوٹ ہیں۔ سورۂ انفال میں تینتالیس مفصل نوٹ ہیں۔ سورۂ توبہ میں پہلے بائیس نوٹ اتنے مشرح آئے ہیں کہ بعض دو دو تین تین صفحوں تک مسلسل چلے گئے ہیں۔ پھر آخر میں چھبیس صفحوں کے مفصل مباحث کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ سورۂ یونس میں پینتالیس نوٹ ہیں پھر بھی آخر میں دس صفحوں کے مباحث اور بڑھانے پڑے۔ سورۂ

---

۵۱ ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) صفحہ ۷۵

۵۲ ترجمان القرآن جلد دوم مکتبہ مصطفائی لاہور صفحہ ۳۷

ہود کے آخر میں ایک مستقل مقالہ اس اہم بحث پر درج کیا گیا ہے کہ "قصص قرآنی کے مبادی و مقاصد کیا ہیں؟ اور کیوں قرآن انھیں دلائل و براہین کی حیثیت سے پیش کرتا ہے"۔ سورۂ یوسف میں جا بجا مشرح نوٹ لکھے گئے ہیں، پھر آخر میں بیس صفحوں کا ایک مقالہ بڑھایا گیا ہے تاکہ سورت کے مواعظ و بصائر پر ایک مجموعی نظر پڑ جائے۔ سورت کے تفسیری مباحث تفصیل طلب تھے اور بہت زیادہ تھے اس لیے انھیں نظر انداز کرنا پڑا۔ البتہ مواعظ و حکم کے تمام پہلو پوری طرح واضح ہو گئے ہیں۔ سورۂ کہف کے آخر میں اڑتیس صفحوں کے مقالات بڑھائے گئے ہیں، کیونکہ متعدد تاریخی سوالات حل طلب تھے اور بغیر شرح و اطناب کے واضح نہیں ہو سکتے تھے۔ البتہ سورت کا ایک واقعہ تفصیلی بحث سے رہ گیا یعنی صاحب موسیٰ علیہ السلام کے اعمال ثلاثہ اور ان کے نتائج و حکم۔ اگر تفصیلی بحث کی جاتی تو مقالات کی مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ تاہم نوٹ میں جس قدر اشارات کر دیے گئے ہیں اہل نظر کے لیے کفایت کرتے ہیں بقیہ سورتوں کے ترجمہ و تشریح میں بھی ایسا ہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے"۔[۵]

بلاشبہ یہ تفصیلات "البیان" سے لی گئی ہیں لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد "البیان" کی ہستی ختم ہو گئی تھی اور مسودے کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا، اسے محض اس لیے شائع کیا جانا تھا کہ ایک لکھی ہوئی چیز جو اس صورت میں بھی اپنی ایک افادیت رکھتی ہے۔ ضائع ہونے سے بچ جائے؟ یا مولانا کو اس کی اشاعت پر اس وجہ سے آمادہ ہونا پڑا تھا کہ دوستوں کا اصرار تھا؟

ابتدائی مطالعہ کے بعد میرا خیال تھا کہ البیان کے بارے میں مولانا کی رائے بدل گئی تھی اور ترجمان القرآن میں اس کے مباحث کے اضافے کے بعد اس کی اہمیت باقی نہیں رہی تھی لیکن مولانا غلام رسول مہر صاحب کی معلومات سے استفادے اور مزید غور کے بعد میری یہ رائے نہیں رہی۔ مہر صاحب راقم الحروف کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:

"البیان" کبھی مولانا کے ذہن سے نہیں نکلا اور یہ بھی قرین قیاس نہیں کہ اس کا مسودہ تلف ہو گیا جس طرح مولانا نے ابتدائی مسودات کے تلف ہو جانے

کی جزئیات کھول کر بیان کی ہیں اس کا بھی ذکر ضرور فرماتے۔ میرے ساتھ اس کے متعلق نیز مقدمے کے متعلق آخری دور تک گفتگو فرماتے رہے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ البیان میں سے چند ٹکڑے لے کر بطور تعلیقات بعض سورتوں کے اواخر میں لگا دیئے تو باقی البیان غیر ضروری ہو گیا۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ متعدد مقامات پر اس کے حوالے دیئے ہیں جیسا کہ میری باقیات[۵] کے مقدمہ میں حوالے موجود ہیں"۔ خود مولانا کی تحریر

خود مولاناؒ کی تحریر سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

دوسری جلد کے دیباچے میں۔ جہاں مولانا نے اس کی نوعیت ترتیب اور اضافوں کے بارے میں لکھا ہے وہاں ترجمان اور البیان کا فرق بھی واضح کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ البیان کی ایک مستقل حیثیت ہے۔ ترجمان القرآن میں تفسیری مباحث کے اضافوں سے اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ترجمان میں اضافوں کے بعد قرآن کے مطالعہ و تعلیم کا پیش نظر مقصد بطریق احسن پورا ہو جاتا ہے لیکن تفصیلی مطالعے کے لیے بہر حال البیان ہے ترجمان نہیں۔ مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"بلاشبہ یہ تفصیلات ان حدود سے متجاوز ہو گئیں۔ ترجمان القرآن کے لیے قرار دی گئی تھیں، لیکن اگر البیان کی تفصیلات سامنے لائی جائیں تو یہ تفصیلات بھی اجمال و تلخیص سے زیادہ معلوم نہ ہوں گی۔ یہاں سورۂ یوسف کا مقالہ بیس صفحوں میں سما گیا ہے اور البیان کے مسودے کا مواد اگر چالیس صفحوں میں بھی سما جائے تو سمجھنا چاہیے، بہت کم جگہ میں آ گیا سب سے زیادہ تفصیل سورۂ کہف کے مقالات میں ہوتی ہے، لیکن جو مباحث یہاں اڑتیس صفحوں میں سمیٹ دیئے گئے ہیں، ان کے لیے البیان کے ساٹھ ستر صفحوں کی وسعت بھی بہ مشکل کفایت کرے گی۔[۵]

---

[۵] باقیات ترجمان القرآن جلد سوم

ہمان عشق است برخود چیدہ چندین داستان ورنہ
کسے بر معنی یک حرف صد دفتر نمی سازد "[52]

ترجمان القرآن

قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کے منصوبے کی دوسری کتاب ترجمان القرآن ہے۔ مولاناؒ کے نزدیک یہ اپنے مقصد و نوعیت میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اور تفسیر و مقدمہ کے لیے بھی اصلی بنیاد یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اسی کی اشاعت کا سر و سامان کیا گیا۔ مولاناؒ فرماتے ہیں :۔

"اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالبِ قرآنی کے فہم و تدبّر کے لیے ایک ایسی کتاب تیار ہو جائے جس میں کتبِ تفسیر کی سی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے"[53]

مولانا مہر صاحب کے نام ایک خط میں اس کی خصوصیات کی نسبت تحریر فرماتے ہیں :۔

"ترجمان القرآن کے معاملے میں سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ مقاصد و مطالب، وجوہ و دلائل، نظم و اسباب اور نظر و استنباط کی سرتاسر از سرِ نو تدوین ہے۔ کوئی مقام، کوئی نوٹ ایسا نہیں، جو ایک نیا پردہ نہ اُٹھا رہا ہو۔ دلائلِ قرآنی کا معاملہ تو بالکل از سرِ نو مرتب کیا گیا ہے۔ قدیم ذخیرے میں اس کے لیے کوئی مواد موجود نہیں۔ بلکہ غلط طریق نظر نے تمام ادلہ و وجوہ کو کچھ سے کچھ کر دیا ہے۔ پوری کتاب پر بالاستیعاب نظر ڈالی جائے تو یہ تمام امور واضح ہو جائیں گے۔"[54]

---

[52] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۳۸ - اس اقتباس کے آخری شعر میں مولاناؒ نے چیدہ کے بجائے بستہ لکھا تھا۔ بستہ اگرچہ غلط نہیں لیکن اصل شعر میں چیدہ ہے اور یہی زیادہ بہتر ہے -

[53] ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) صفحات ۷۳-۷۴

[54] نقش آزاد - مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، ناشر کتاب منزل لاہور، مطبوعہ ۱۹۵۸ء، صفحہ ۹۶

اس غرض سے مولانا نے ترجمان القرآن میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے :-

۱ — "پہلے کوشش کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہ رہے۔ اپنی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھتا ہو"

مولاناؒ کے نزدیک اس کی خصوصیات کا اصل محل اس کا ترجمہ ہے۔ اگر اس پر نظر رہی تو کتاب کی تمام خصوصیات پر نظر رہے گی اور یہ محل نظروں سے اوجھل رہیں تو گویا کتاب کی تمام خصوصیات نظر سے اوجھل ہو جائیں گی۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:-

"قرآن کے مقاصد و مطالب کے باب میں جس قدر کاوش کی گئی ہے، راہ کو مشکلات سے جس قدر صاف کیا گیا ہے۔ قرآن کے اصول و معارف کے جس قدر اصول و مبانیات از سر نو مدون کیے گئے ہیں، وہ سب اس اصول میں ڈھونڈے جا سکتے ہیں اور یہی خزینہ ہے جس میں کتاب کی تمام خصوصیات مدفون ہیں۔ اگر اہل نظر غور و تدبر سے مطالعہ کریں گے تو فوراً محسوس کریں گے کہ نہ صرف ترجمے کا ہر صفحہ بلکہ ہر صفحے کے متعدد مقام کسی نہ کسی خصوصیت کو نمایاں کر رہے ہیں۔ اور اکثر حالتوں میں ترجمے کے صرف ایک لفظ یا کسی ایک ترکیب نے معاملے کی بے شمار مشکلیں حل کر دی ہیں" [۱]

۲ — ترجمے کے ساتھ جا بجا نوٹوں کا اضافہ کیا اور کوشش کی کہ سورت کا کوئی حل طلب مقام بغیر اشارہ و تشریح کے رہ نہ جائے۔ یہ نوٹ سورت کے مطالب کی رفتار کے ساتھ ساتھ برابر چلے جاتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت درپیش ہوئی، رہنمائی کے لیے نمودار ہو جاتے ہیں۔ ترجمے کے ساتھ ان نوٹوں میں مولاناؒ نے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی و معارف کا سرمایہ فراہم کر دیا ہے۔ ان نوٹوں میں مولاناؒ نے سورت کے بنیادی فکر اور تعلیم کو مدون کر دیا ہے اور جس طرح قرآن کا صاف صاف مطلب سمجھ لینے کے لیے متن کا ترجمہ پوری طرح کفایت کرتا ہے۔ اس طرح کم سے کم

---

[۱] ترجمان القرآن جلد دوم ناشر مکتبہ مصطفائی لاہور صفحہ ۳۹

وقت اور کم سے کم الفاظ میں سورت کا مفہوم اور اس کا بنیادی مفہوم ذہن نشین کرا لینے کے لیے یہ نوٹ پوری طرح کفایت کرتے ہیں اور اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے ترجمے کی محتاج نہیں۔ نوٹوں کے بارے میں مولاناؒ فرماتے ہیں :۔

"نوٹس کی ترتیب کا معاملہ نفس ترجمہ سے کم مشکل نہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کے لیے ایک محدود مقدار سے زیادہ جگہ نکل نہیں سکتی اور نوٹ نوٹ نہ رہتے اگر ایک خاص مقدار سے کمیت یا مقدار میں زیادہ ہو جاتے، لیکن ضروری تھا کہ کوئی اہم مقام تشنہ نہ رہ جائے، اور مقاصد و مطالب قرآنی کی تمام مہمات واضح ہو جائیں۔ پس پوری احتیاط کے ساتھ ایسا طریق بیان اختیار کیا ہے کہ لفظ کم سے کم ہیں لیکن اشارات زیادہ سے زیادہ سمیٹ لیے گئے ہیں۔ جس چیز کی لوگ کمی پائیں گے وہ صرف مطالب کا پھیلاؤ ہے۔ نفسِ مطالب میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی۔ ان کے ہر لفظ اور ہر جملے پر جس قدر غور کیا جائے گا، مطلب و مباحث کے نئے نئے دفتر کھل جائیں گے۔" ؎۵

اس کے بعد مولانا نے نوٹوں کی جامعیت کی تفہیم کے لیے ایک مثال دی ہے، اس سے ہمیں نوٹوں کے اعجاز، بلاغت اور جامعیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ مثال ہمارے لیے دوسرے نوٹوں کے فہم و بصیرت میں کنجی کا کام بھی دیتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت عدت طلاق (۲۲۸) پر یہ نوٹ ہے :

"طلاق کی عدت کا ایک زمانہ مقرر کر کے نکاح کی اہمیت، نسب کے تحفظ اور عورت کے نکاحِ ثانی کی سہولتوں کا انتظام کر دیا گیا۔"

اِس کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں :

"یہ نہایت مختصر جملہ ہے لیکن اس میں عدت طلاق کے تعین کی وہ تینوں مصلحتیں واضح کر دی گئی ہیں، جن میں سے ہر مصلحت کی بحث تفسیر کے ایک

؎۵ ترجمان القرآن جلد اول (اشاعت اول) صفحہ ۲۰۔

پورے صفحے میں بمشکل آتی ۔ نکاح کی اہمیت چاہتی تھی کہ یہ رشتہ ایسا بن کر نہ رہ جائے کہ ادھر ختم ہوا ادھر از سر نو شروع ہوگیا ۔ ہر دو رشتوں کے درمیان کچھ نہ کچھ فصل اور انتظار کی حالت ضرور ہونی چاہیے ۔ نسب کا تحفظ بھی چاہتا تھا کہ اتنا وقفہ ضرور گزر جائے کہ حمل کا شبہ باقی نہ رہے ، لیکن ساتھ ہی اس کی رعایت بھی ضروری تھی کہ عورت کے نکاح ثانی کے حقوق میں بے جا دست اندازی نہ ہو ۔ پس قرآن نے ایک ایسی مدت ٹھہرا دی جس سے ایک طرف تو پہلی اور دوسری مصلحت پوری ہوگئی ، دوسری طرف تیسری مصلحت میں بھی خلل نہیں پڑا کیوں کہ ابتدائی دو مصلحتوں کے لیے کم سے کم مدت ہے جو قرار دی گئی ہے ۔

یہ تمام تشریحات نوٹ میں نہیں آسکتی تھیں اور نہیں آئی ہیں لیکن اصل مطلب پورا پورا آگیا ہے ۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ مطالعے کے وقت غور و فکر کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے ۔"[۱]

طبع اول میں مولانا نے " صرف ابواب کی تقسیم کافی سمجھی تھی لیکن طبع ثانی میں جا بجا حاشیے کے عنوان بھی بڑھا دیے ۔ اس اضافے سے تمام مطالب اس طرح منضبط ہوگئے کہ بہ یک نظر ان کا خلاصہ معلوم کرلیا جاسکتا ہے ۔" مولانا کے نزدیک ان نوٹوں کی بڑی اہمیت ہے ، اسی لیے انھوں نے ترجمے کے بعد دوسرا محل توجہ انھیں کو قرار دیا ہے ۔ دوسری جلد کے دیباچے میں فرماتے ہیں :-

"نوٹ عبارت میں مطول نہیں ہو سکتے تھے اور مطول نہیں ہیں لیکن معانی و اشارات میں مفصل ہو سکتے تھے اور پوری طرح مفصل ہیں اور اس اختصار سے کام لیا گیا ہے کہ ان کی ہر سطر تفسیر کا ایک پورا صفحہ بلکہ بعض حالتوں میں ایک پورے مقالے کی قائم مقام ہے ۔ اکثر مقامات میں ایسا ہے کہ

---

[۱] ترجمان القرآن جلد اول (طبع اول) صفحہ [illegible]

معارف و مباحث کا ایک پورا دفتر دماغ میں پھیل رہا تھا مگر نوکِ قلم پر پہنچا تو ایک سطر یا ایک جملہ بن کر رہ گیا۔ اب کتاب کے صفحے پر وہ ایک جملہ ہی رہے گا۔ لیکن اہلِ نظر چاہیں تو اپنے ذہن و فکر میں پھر اسے ایک دفتر کی صورت دے کر پھیلا دے سکتے ہیں۔"[1]

اسی لیے مولاناؒ کے نزدیک ان کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ ان کا مطالعہ بار بار کیا جائے۔ جوں جوں فکر آشنا ہوتا جائے گا، مطالب و دقائق کے نئے نئے پہلو آشکار ہوتے جائیں گے اور یہی دوسرا محلِ تدبر ہے جس میں ترجمان القرآن کی خصوصیات کی تلاش کی جا سکتی ہے۔

ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اس وقت تک مولاناؒ کے پیشِ نظر یہ تھا کہ قرآن حکیم کے عام مطالعہ و تعلیم کے لیے ایک درمیانی ضخامت کی کتاب تیار ہو جائے جو مجرد ترجمے سے ضخامت میں زیادہ اور مطول تفسیر سے مقدار میں کم ہو۔ پھر جا بجا نوٹ بڑھا دیئے جائیں۔ مولانا اس سے زیادہ بحث و تفصیل کو اس میں دخل دینا نہ چاہتے تھے۔ لیکن پہلی جلد کی اشاعت کے بعد اربابِ نظر کا جوشِ طلب ان حدود پر راضی نہیں ہو سکا۔ جو ترجمان القرآن کے لیے مقرر کر دی گئی تھیں۔ ان کی لب تشنگی اس سے زیادہ سیرابی کا سامان ڈھونڈتی تھی اور مقدمہ و البیان کے عدسے پر صبر نہیں کر سکتی تھی۔ مطالب کی وسعت اور دائرہ بیان کی تنگ نائی غالباً خود مولاناؒ کے لیے بھی سخت شکیب آزما تھی۔ چنانچہ جوں ہی اہلِ علم و اربابِ نظر کا اصرار بڑھا، مولاناؒ ترجمان القرآن کی ترتیب میں تبدیلی پر آمادہ ہو گئے اور ترجمان القرآن کی نوعیت صرف ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہ رہی بلکہ کسی قدر تفسیری مباحث کا اضافہ بھی کرنا پڑا۔ اس کے لیے مولاناؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب سورت کا ترجمہ اور نوٹ ختم ہوئے تو جن جن مقامات کے لیے تفصیل ضروری معلوم ہوئی ان پر مستقل مباحث و مقالات لکھ کر آخر میں بڑھا دیئے۔ بعض سورتوں کے یہ مباحث بہت دور تک پھیلتے چلے گئے ہیں اور اگرچہ یہ تفصیلات ان حدود سے متجاوز ہو گئیں جو ترجمان القرآن کے لیے ابتدا میں قرار دی گئی تھیں لیکن جیسا کہ مولاناؒ نے تحریر فرمایا ہے: "اگر

---

[1] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۳۹

البیان کی تفصیلات سامنے لائی جائیں تو یہ تفصیلات بھی اجمال و تلخیص سے زیادہ نہ ہوں گی۔"

بہرحال ترجمان القرآن کی یہ تین بڑی خصوصیات ہیں :- ترجمہ، نوٹ اور تفسیری مباحث و مقالات۔ مطالب قرآنی کے فہم و تدبر کے لیے ترجمہ۔ کم سے کم الفاظ میں سورت کی بنیادی تعلیم اور تمام مطالب کا خلاصہ معلوم کر لینے کے لیے سورت کے نوٹ ۔ اور سورتوں کے بعض اہم مطالب و مہمات کی توضیح کے لیے تفسیری مباحث۔

ترجمان القرآن کی یہ تین بڑی خصوصیات ہیں یا تین خاص محل تدبر ہیں ۔ مولانا نے غور و فکر کے بعد ہر ایک کی جگہ متعین کر دی ہے تاکہ ترجمان القرآن کا قاری اپنے ذوق طلب اور تشنگی علم کے مطابق فکر و نظر کے جس سرچشمے سے چاہے سیراب ہو۔ اس غرض سے مولانا نے ان مقامات فکر و نظر اور مباحث کی ترتیب یہ رکھی تھی ۔

۱۔ صفحے کے ابتدائی حصے میں متن قرآن حکیم

۲۔ عربی متن کے نیچے ترجمہ ۔

۳۔ ترجمے کے ساتھ صفحے کے داہنی جانب نوٹوں کی جگہ نکالی گئی ہے یہ نوٹ ہر صفحے پر مسلسل نہیں، بلکہ ان کا تعلق سورت کے مطالب اور اس کی بنیادی تعلیمات سے ہے پس جہاں جہاں ضرورت تھی، نمودار ہوتے گئے ۔

کتابت میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر صفحے پر صرف اسی قدر عربی متن لیا جائے کہ صفحے کا بقیہ حصہ اس کے ترجمے اور اس کے متعلق نوٹوں کے لیے کافی ہو جائے۔ طبع اول میں یہ اہتمام نہیں رکھا جا سکتا تھا اس لیے بعض آیات کا ترجمہ کئی کئی صفحے کے بعد آیا ہے۔ مثلاً طبع اول میں سورہ بقرہ کی آخری آیت صفحہ ۲۷۱ پر ہے اور اس کا ترجمہ صفحہ ۲۷۹ پر آیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیات سامنے آئیں تو ان کا ترجمہ پیش نظر نہ تھا اور جب ترجمہ سامنے آیا تو آیات گزر چکی تھیں۔ اس طرح آیات اور ان کے ترجمے کا ساتھ ساتھ مطالعہ کرنا مشکل تھا۔ لیکن دوسری اشاعت میں یہ خاص اہتمام کیا گیا کہ متن اور ترجمے برابر برابر رہیں ۔ البتہ نوٹوں کے بارے میں یہ التزام پھر بھی نہ ہو سکا۔ بعض اوقات یہ نوٹ کئی کئی صفحے تک مسلسل چلے گئے ہیں اور جن آیات سے متعلق یہ نوٹ ہیں وہ پیچھے رہ گئیں۔ لیکن چوں کہ یہ نوٹ